معاملات سے باخبر و باشعور ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام پہلے عوام کی تعلیم و تربیت کرتا ہے اور پھر اُن کے حالات کے مناسب حکومت کی تشکیل کرتا ہے، جمہوریت اُس کا مقصد نہیں، محض ایک ذریعہ ہے۔ اصل مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہے، اور ظاہر ہے حالات کے بدلنے سے حصولِ مقصد کے ذرائع بھی بدل جاتے ہیں، کس درجہ عبرت اور افسوس کا مقام ہے کہ جو شاندار اور مفید تحریک حکومتِ الٰہیہ کے نام سے شروع ہوئی، اور بعد میں اس حکومتِ الٰہیہ نے "اسلامی حکومت" اور "اسلامی جمہوریت" کا چولا بدلا، اب اس تحریک کا بانی اور موسس صرف جمہوریت کا سب سے بڑا استاد و حامی بنا ہوا ہے، تاریخ میں اسی طرح کی کتنی عظیم الشان مذہبی تحریکیں اُٹھیں اور انھوں نے شاندار خدماتِ دین کی انجام بھی دیں، لیکن آخر وقت کی سیاست کے دلدل میں ایسی پھنسیں کہ پھر انہیں پنپنا نصیب نہیں ہو سکا۔

فاھا ثم آھا !!

گذشتہ ماہ کی ۲۹ر اور ۳۰ر کو جمعیت علمائے ہند کی تحریک پر نئی دہلی میں نیشنل جمہوری کنونشن ہوا، اس میں صدرِ استقبالیہ اور صدرِ جلسہ دونوں کے خطبہائے صدارت بہت اچھے اور بڑے جرأتمندانہ تھے، ان کے علاوہ شری مرارجی ڈیسائی کی تقریر کو مستثنیٰ کر کے وزیرِ اعظم، وزیرِ داخلہ جگجیون رام، مسٹر کرشنا مینن، وزیرِ آسام فخرالدین علی احمد، مسٹر کے، ڈی مالویہ اور دوسرے حضرات کی تقریریں بھی اس بات کا ثبوت تھیں کہ فرقہ پرستی اور فسادات نے ملک کو جن خطروں سے دوچار کر دیا ہے، گورنمنٹ کو اور اکثریت کے سنجیدہ اصحاب کو اُن کا مکمل احساس ہے، اور وہ دل سے اِس صورتِ حال کو ختم کرنے کے خواہاں ہیں۔ اس سلسلہ میں جو تجاویز منظور ہوئی ہیں وہ بھی سب اسی احساس کی آئینہ دار و ترجمان ہیں، اب خدا کرے ان کو عملی جامہ بھی پہنایا جا سکے، البتہ اس بات کا افسوس ہے کہ کنونشن میں برادرانِ وطن کی خصوصاً اور مسلمانوں کی عموماً نمائندگی خاطر خواہ طور پر نہیں ہو سکی۔ اگر ایسا ہوتا تو کنونشن کو اپنے مقاصد کے حاصل کرنے میں، زیادہ تقویت ہوتی۔